

# ادیان الہی میں قربانی کا تصور اور شخصیت امام حسین

<"xml encoding="UTF-8?>

مسلمان اپنی نذر کو پوارا کرنے یا خدا کا تقرب حاصل کرنے کے لئے جس جانور کو ذبح کرتے ہیں اسے مسلمان مذہبی اعتبار سے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کسی حلال جانور مثلاً بھیڑ، بکری، گائے یا اونٹ وغیرہ کو قربانی، نذر یا صدقہ کی نیت سے ذبح کرتے ہیں ۔

## وفدیناہ بذبح عظیم قربانی :

دس ذالحجہ کو حضرت ابراءیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد میں ہر مسلمان اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق کسی حلال جانور کو قربانی کی نیت سے ذبح کرتا ہے اور اس کا گوشت اپنے رشتہ داروں، ہمسایوں اور فقراء میں تقسیم کرتا ہے یہ خالصتاً سنت ابراءیم کی پیروی ہے جو کہ قربۃ الالہ کی جاتی ہے لہذا اس پر یہ لفظ قربانی اطلاق ہوتا ہے ۔

نذر: نذر مسلمانوں کے درمیان یہ مرسم ہے کہ وہ اپنی حاجت روائی کیلئے جس حلال جانور کو راہ خدا میں ذبح کرتے ہیں اس کو نذر کہتے ہیں مثلاً کوئی مسلمان نذر کرتا ہے کہ اگر میرا بچہ بیماری سے نجات حاصل کرکے تندرست اور صحت یاب ہو جائے تو میں خدا کی خوشی کے لئے تین دن روزہ رکھوں گا۔ یا فلاں جانور کو راہ خدا میں ذبح کر کے اس کا گوشت فقراء میں تقسیم کروں گا ۔

عقيقة: کسی مسلمان کے ہاں بچہ یا بچی پیدا ہو جائے تو اس کی صحت و سلامتی کے لئے بکرا وغیرہ ذبح کیا جائے تو اسے عقیقہ کہلاتا ہے اس کے خاص شرائط ہیں جو فقه کی کتابوں میں مذکور ہیں ۔

## صدقہ:

اگر کوئی مصیبت اور بلا ٹلنے کے لئے بکرا اور بھیڑ وغیرہ کا گوشت یتیم، فقیر اور فقراء میں تقسیم کیا جاتا ہے اس کو صدقہ کہا جاتا ہے یہ تینوں رسمیں شرعی لحاظ سے اسلامی معاشرے میں موجود ہیں اور بعض کو تو بڑے زور و شور سے منایا جاتا ہے ۔

قربانی یا ذبیحہ کا تصور دوسرے ادیان میں بھی موجود ہے خصوصاً ادیان الی جس میں کرسچن، یہودی، زرتشتی وغیرہ میں یہ رسم مختلف طور طریقوں سے مناتے ہیں ۔

پرانے ادیان: گذشتہ زمانوں میں مختلف قبیلوں میں مختلف طور طریقوں، عقیدوں اور فکروں پر مشتمل حیوانوں اور انسانوں کی قربانی کرنے کے واقعات موجود تھے۔ قربانی کے حوالے سے گذشتہ زمانوں کے لوگ مختلف افکار اور خیالات پر مبنی یہ رسم مثلاً سورج، آسمان، زمین، آفتاں، برف و باران وغیرہ کی پوجا کرتے تھے۔ مختلف افکار و نظریات مثلاً خدا کی ناراضگی سے بچنے کے لئے اور اس سے مدد و نصرت طلب کرنے کے واسطے انسان کی قربانی اس خدا سے دوستی و محبت کے بناء پر کی جاتی تھی یا اس کی خوشنودی اور تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کیا جاتا تھا اس کے علاوہ بیماریوں کے عام ہوتے وقت، قحطی کے موقعے پر، جنگ میں

کامیابی کے لئے اجتماعی عبادت گاہوں اور مذہبی مجالس کے جگہوں کی طہارت اور پاکیزگی کے لئے ، بلائوں اور مصیبتوں کے ٹلنے کے لئے ، بڑھ بڑھ بینگامی حالات سے نجات پانے کے لئے گناہوں کے کفارہ کے لئے انجام دیا جاتا تھا ۔

دین زرتشت سے بھلے قربانی کا تصور موجود تھا۔ آفتاب و مہتاب پرستی اور میترائیسم کے آین و دین کے زمانے میں قربانی کا سلسہ موجود تھا یہ گروہ "بہار گاؤ" کے موقعے پر اپنی عبادت گاہوں (معبد) میں قربانی دیا کرتے تھے اس دور میں "ابورا مزدا" "عناسیر چہارگانہ" سورج ، چاند ، پانی اور مٹی کو بھی مقدس سمجھتے تھے ان کے لئے بھی فدیہ اور قربانی دیا کرتے تھے البتہ قربانی کے طور طریقے مختلف تھا۔ کوئی آگ میں جلا کر کرتا تھا کوئی صحراء میں زندہ چھوڑ جاتا ، کوئی کسی گودال میں گرا اور کوئی جانوروں کی دم کو جلا کر اپنے قربانی کو انجام دیتا تھا۔

یہود: دین یہود کے اوائل میں قربانی کا تصور موجود ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے کیونکہ تورات میں جو تحریف ہونے کی وجہ سے اس بارے میں ہمارے پاس کوئی منابع موجود نہیں ہیں۔ حال حاضر میں جو معلومات ہمارے پاس ہیں وہ موجودہ یہودیوں کے ذریعہ سے ہے۔ تورات سفر خروج باب ۲۳ میں ہم پڑھتے ہیں کہ : جناب ہارون نے گوںوالہ بنایا اور اس کے لئے ایک قربان گاہ بنائی اور بلند بلند کہنا شروع کیا کل عید ہے خدا کے واسطے گوںوالہ کے لئے عبادت کرو اور بنی اسرائیل کو بھی اس کی عبادت کے لئے کہا گیا ہے پس یہ لوگ ہارون کے حکم پر گوںوالہ کے لئے قربانی دینے لگے یعنی قربانیوں کو گوںوالہ کے نام پرذبھ کرنے گئے۔ نوٹ: (یہ کام سامری کا تھا نہ کہ حضرت ہارون کا )

سفر خروج باب نمبر ۵ میں ہم پڑھتے ہیں " چلتے ہم صحراء میں جا کر یہودہ خدا کا قرب حاصل کرتے ہیں اور وہاں پر قربانی دیتے ہیں تاکہ کہیں ہم لوگ وباء اور تلوار کے بینٹ نہ چڑھ جائیں " جو کچھ ہم تورات میں مطالعہ کرتے ہیں اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ قربانی کرنا دین یہود کا ایک حصہ ہے شریعت حضرت موسیٰ میں قربانی کے لئے ایک خاص نظم یا طریقہ کار موجود تھا اس سے پہلے ہمیں کوئی خاص بات یا طریقہ کار نظر نہیں آتی ہے۔ کہن لوگ خود یہ قربانی ذبح کرتے تھے یہ لوگ اس زمانے میں دینی ذمہ دار یا عالم کے طور پر مانے جاتے تھے اور دینی شعائر کو انجام دیتے تھے۔ جب حضرت موسیٰ کوہ طور پر گئے اور وہاں سے جو پروگرام اور لوح موصول ہوئی تو بنی اسرائیل نے قربانی کا سلسلہ منظم اور مرتب طریقے سے انجام دینا شروع کیا۔ خصوصاً خاندان ہارون میں اس امر کو واجب سمجھا جاتا تھا

### مسیحیت:

دین مسیحیت میں قربانی ایک امر واجب سمجھتے ہیں صاری اپنی قربانی فقط " لوجه اللہ " کرتے ہیں اور خدا کی خوشنودی کے لئے قربانی کو نابود یعنی ختم کر دیتے تھے اور اس طریقے سے اپنے اوپر خدا کی حکومت کے مکمل ہونے کا اعتراف کرتے تھے۔ بعض مسیحیوں کے نزدیک قربانی تو صرف ایک سے زیادہ نہیں ہے وہ ہے جسد اور خون حضرت عیسیٰ، لیکن پروفسٹنٹ اس قربانی کو آخری قربانی تصور کرتے ہیں۔ صاری قربانی کو ذبح کرتے وقت حضرت عیسیٰ کا نام لیتے ہیں پھر قربانی کو ذبح کرتے ہیں

گاتا ہا کی گواہی پر ہر قسم کے جانور کو ذبح کرنا اور ہر قسم کا معبد بنانا حرام سمجھتے تھے کیونکہ ان کے اعتقاد یہ ہے کہ یہ حیوانات انسان کے لئے غذا فراہم کرتے ہیں۔ اس کے لئے کام آتے ہیں لہذا اس کا احترام کرنا چاہئے۔ زرتشت گاتا ہا میں مکمل اور واضح طور پر اعلان کرتا ہے نفرین اور لعنت ہے اے مزداء (شیطان) تم پر کہ تم نے ہوا کے ذریعے جانوروں کو پریشان کرتے ہو اور جانوروں کی کئی طور طریقوں سے قربانی کرتے ہو۔ چونکہ زرتشتوں سے پہلے جو کئی خدا کو مانتے تھے۔ مختلف طور طریقوں سے جانوروں کو ذبح کرتے یا ان کی قربانی کے دیتے تھے زرتشت نے آکر ایک منظم طریقے سے کئی قسموں کے رسم و رواج کو ختم کر دئے جس میں قربانی کے مختلف طریقے بھی شامل تھے اور ایک نئے آئین اور دین کی بنیاد ڈالی۔ لیکن زرتشت کی رحلت کے بعد اس کے ماننے والے اپنی پریشانیوں اور دوسرے اغراض و مقاصد کے لئے پھر سے قربانی دینے کا سلسہ شروع کیا۔ زرتشت ماه پرستی کے سخت مخالف تھے لیکن اس کے بعد دوبارہ ماہ پرستی کا سلسہ شروع ہوا اور جانوروں کو بھی قربانی کرنے کی رسم دوبارہ شروع ہوئی۔ ایران میں رینے والے زرتشت بھیڑ کو قربانی کے لئے ذبح کرتے تھے۔

زرتشتوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے پتہ چلتا ہے کہ زرتشت خود ایک خدا پرست شخص تھا جس نے اپنے زمانے میں بہت بڑھ روحانی انقلاب برپا کر کے لوگوں کو خدا پرستی کی طرف دعوت دی تھی لیکن بعد میں لوگ پھر اپنے رسم و رواج کی طرف پلٹ گئے تھے اس مختصر سے مطالعے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ قربانی کا جو تصور اسلام کے اندر ہے وہ باقی تمام ادیان کے مقابلے میں بہت بی اعلیٰ و ارفع مقاصد اور بہترین نسبت پر مبنی ہے دین مقدس اسلام میں قربانی صرف حاجیوں کے اوپر عید قربان کے دن واجب ہے یا جس دن نذر اور قسم کھا ئی ہو۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ تاکید بھی ہوئی ہے کہ قربانی کا گوشت بیچارہ اور فقیر و فقراء کے درمیان تقسیم کیا جائے تاکہ یہ گران قدر چیز فضول طور پر ضائع اور برباد نہ ہو جائے جیسا کہ دوسرے ادیان میں ہے کہ وہ قربانی کو جلاتے ہیں یا صحراء میں یا کھائی وغیرہ میں گرا دیتے ہیں اور سب اسراف میں شامل ہیں جو کہ بہت بڑا گناہ ہے۔ بہر حال اسلام کے اندر قربانی کی اہمیت نہایت ہی بلند و بالا ہے۔ یہاں پر یہ کہنا بے جا نہ ہو گا تمام ادیان سے اسلام وہ بہترین دین ہے جس میں قربانی ایک مقدس چیز شمار ہوتی ہے جس میں خود خدا، دین خدا اور کتاب خدا کو زندہ رکھنے کے لئے قربانی کا تصور موجود ہے اسی لئے حضرت امام حسین نے دین مقدس اسلام کو زندہ رکھنے کئے اور یزید کے شر سے بچانے کے لئے میدان کریلا میں ایک عظیم قربانی پیش کی۔ جس کو آج پوری بشریت تسلیم کرتی ہے اور حضرت امام حسین کے اوپر اعتقاد رکھتی ہے بقول شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی:

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو  
بر قوم پکارہ گی ہمارے ہیں حسین

عظیم قربانی :

وفدیناہ بذبح عظیم (سورہ صافات: ۱۰۷)

اور ہم نے اس کا بدلہ ایک عظیم قربانی کو قرار دیا ہے ۔

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا کیا ۔ عقل اور فکر سے نوازا اسی لئے اس کو اپنی معرفت کی اور عبادت کی ذمہ داری دی اور جبکہ انسان اشرف المخلوقات قرار پایا تو وہ اگر ناحق قتل کر دیا جائے تو اس ایک انسان کے عوض میں اگر ورثاء راضی ہوں تو سو اونٹ دیت میں دئے جاتے ہیں جس طرح عبداللہ کا والد بزرگوار حضرت پیغمبر اسلام کی قربانی میں سو (۱۰۰) اونٹ فدیہ دئے گئے ۔ قربانی کی رسم قدیم سے ہے ۔ انبیاء کرام اور اوصیاء سب خدا کی راہ میں قربانی دیتے رہے ابتدائی زمانہ میں آدم کے بیٹے ہابیل اور قابیل نے قربانی دی تھی ۔

### ذبح عظیم سے مراد:

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وہی دنبہ جسے حضرت قابیل علیہ السلام نے قربانی میں دیا تھا اور بارگاہ خداوندی میں قبول ہوا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ذبح کے واسطے لٹا یا تو بہشت سے اللہ تعالیٰ نے فدیہ بیجھاتھا جس کی خبر قرآن میں دی ہے " وفديناه بذبح عظيم " ۔ ہم نے حضرت اسماعیل کے عوض میں ایک بہت بڑی قربانی دی ہے ۔

ان دونوں بزرگواروں کی نسبت اسلامی تاریخ کا یہ واقعہ بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام من جانب اللہ مأمور ہوئے کہ اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں اور آپ نے بڑی ثابت قدمی اور پر جگری کے ساتھ حکم ربانی کی تکمیل کو عمل کے آخری درجہ تک پہنچا دیا ۔ اگرچہ وقت پر پورددگار عالم کی طرف سے بجائے انسان کے قربانی کے عمل میں آئے کا انتظام ہو گیا مگر اس اعلان کے ساتھ کے آئندہ اس کا معاوضہ راہ خدا میں ایک بڑی قربانی کے ساتھ ہونا ضروری ہے ۔ اس واقعہ کو اسلام نے بڑی اہمیت دی اور قربانی کی شکل میں اس کی مستقل یادگار قائم کر دی ۔ تفسیر اہلبیت میں وارد ہے کہ ذبح عظیم سے مراد حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں کہ وہ کربلا کے سرزمین پر ذبح کئے گئے اور انہی کو خداوند کریم نے ذبح عظیم کہا گیا ہے اسی لیئے علامہ اقبال نے " وفديناه بذبح عظيم " کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا :

الله الله بائے بسم الله پدر  
معنى ذبح عظيم آمد پسر

الله الله وہ کلمہ تحسین و آفرین ہے جو مرحبا ، حبذا اور شاباش کے معنوں میں آتا ہے اس کا لطف اہل زبان خوب جانتے ہیں اور یہ لفظ (الله الله ) اس وقت اور بھی حسن و رعنائی میں بڑھ جاتا ہے جب شاعر اپنے کسی شعر کا آغاز لفظ الله الله سے کرتا ہے جیسا کہ علامہ صاحب نے اس شعر کے ابتداء میاستعمال کیا ہے ۔

جناب ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی بن علی طالب علیہ السلام ایک شب بسم الله کی تفسیر بیان کر رہے تھے ۔ تمام اصحاب ہمہ تن گوش باب مدینتہ العلم کے فضل و کمال سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ رات بیت گئی مگر تفسیر نا تمام رہی ۔ آخر آپ نے فرمایا کہ اگر ہم اس کی تفسیر کلی طور پر بیان کریں تو اسکا بوجہ سترا (۷۰) اونٹ نہیں اٹھاسکتے اسی واقعے کو شیخ سلیمان قندوزی نقشبندی نے اپنی (ینابیع

المؤدہ ) شیرہ آفاق کتاب میں " امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ جو کچھ کلام اللہ ہے وہ سورہ الحمد (الفاتحہ) میں ہے۔ اور جو کچھ سورہ الحمد (فاتحہ) میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ بائے بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بائے بسم اللہ میں ہے وہ "ب" کے نقطے میں ہے اور وہ "ب" کے نیچے کا وہ نقطہ میں (علی) ہوں "۔

الله اللہ جہاں مصرعہ اولی میں علامہ اقبال صاحب نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ارشاد کو نظم کیا ہے وہیں اس شعر کے مصرعہ ثانی میں کلام اللہ کی اس آیت کی تشریح و توضیح نہایت اجمالی کے ساتھ بہت ہی خوبصورت سے نظم کی ہے ۔ جس کی نظیر ملنا بہت مشکل ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب تین بار جبرئیل امین نے آکر چھری کو حلق اسماعیل سے پلٹ دیا تو آواز قدرت آئی ، اے ابراہیم تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا ۔ اب ہم تم دونوں (باب بیٹے) کو اعلیٰ مراتب سے سرفراز فرمائیں گے ۔ اس لیئے کہ ہم نیکی کرنے والوں کو جزاء خیر دیتے ہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بڑا امتحان تھا اور حضرت اسماعیل کی قربانی کا فدیہ ایک ذبح عظیم سے بدل ڈالا۔ افسوس کہ کم عقل اور کم نظر مفسرین نے اس واضح خداوندی و فدیناہ بذبح عظیم سے مراد وہ موٹا تا زہ دنبہ لیا ہے جو بہشت سے جناب اسماعیل کی جگہ آیا ہے مگر صاحب یہ انسان سے افضل نہیں چہ جائیکہ نبی امام سے بڑھ جائے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا کہ قربانی اسماعیل کی جگہ آیا تو اسماعیل سے اس بہشتی دنبے کی قربانی عظیم ہو جو جناب اسماعیل کی جگہ آیا تو ماننا پڑے گا کہ ذبح عظیم کے مصدق اتم حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات ہے جو

بحر حق در خاک و خون غلطیده است

پس بنائے لا الہ گر دیده است (اسرار، رموز خودی ص ۱۲۷)

حسین علیہ السلام حق کی خاطر اپنے عزیزوں اور مٹھی بھر جانثاروں کے ساتھ باطل سے ٹکرا گیا ۔ تاریخ گواہ ہے کہ یزید اپنی پوری طاقت کے ساتھ شراب و کباب اور شباب کے نشے میں چور حق سے بر سر پیکار ہوا ۔ اس نے اسلام کے خدوخال کو مسخ کرنے کی سعی لا حاصل کی ۔ اس نے اقدار اسلامیہ کو پائماں کرنے کی بھی جسارت کی ، اس نے شریعت محمدیہ کا کھلے بندوں مذاق بھی اڑایا ۔ ہمارے اس بیان پر واقعہ حزہ بطور دلیل تاریخ میں آج بھی موجود ہے ۔ اور پھر اسی پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ توحید و رسالت کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا ہوا طاقت کو حق کہتا ہے ۔ اس کے برعکس جگر گوشئے رسول حفاظت حق کے لیئے صدائے حق بلند کرتا ہے ۔ اور یزید کے اس نعرہ کو باطل قرار دیتا ہے کہ طاقت حق ہے نہیں نہیں ہرگز طاقت حق نہیں بلکہ حق طاقت ہے ۔ یہ منوانے کے لئے حسین کفن بر دوش سر فروش ساتھیوں کے اٹھے اور باطل سے ٹکرا گئے ۔ تاریخ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ فتح و نصرت نے حسین کے قدم چومے اور شکست دائمی یزید نحس کا مقدر بن گئی ۔ اللہ اللہ حسین علیہ السلام نے خاک و خون کا دریا پاٹ کر صفحہ گیتی پر حرف الا اللہ کی وہ مستحکم بنیاد رکھ دی کہ جسے اب تابہ ابد کفر والحد و زندقة کی منہ زور آندھی نہ ہلا سکتی ہے اور نہ ہی مٹا سکتی ہے امام علیم قام نے تاریخ اسلام کے اس اہم باب کا اختتام اپنی قربانی سے کر دیا ۔ جس کی ابتدا خواب ابراہیم اور قربانی اسماعیل سے ہوئی تھی ۔ یہی وہ باب ہے جسے علامہ اقبال نے غریب و سادہ و رنگین قرار دیا ہے ، تاریخ کے قاری سے یہ بات مخفی نیست کہ اس غریب و سادہ CHAPTER میں یہ بلا کی رنگینی ، قربانی سبطہ رسول انام سے معرض وجود میں آئی اسی لیئے تو شاعر مشرق علامہ اقبال کو کہنا پڑا :

سرخرو ، عشق غیو راز خون او  
شوخی این مصرع از مضمون او

کہ حسین علیہ السلام (نمائندہ حق) برای حرمت حق سر دھڑ کی بازی لگا دی کہ حق کا بول بالا اور باطل کا منہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کالا کر گیا۔  
قسم ذات احادیث کی عشق غیور کی آبرو کا محافظ وہی ہے۔

(سر دھے کے جس نے اسلام بچالی)

اور آج اسلام اہل عالم کی نظروں میں معزز و مؤقر اسی لیئے ٹھرتا ہے کہ اس کی پیشانی پر جلی حروف میں یا حسین لکھا ہے اور یہی وہ نام ہے جو عشق کے مضمون کا عنوان قرار پاتا ہے۔ اسی لیئے عشق غیور کو سرخروئی کا تاج ملا اور انسانیت کو معراج نصیب ہوئی، یہی اقبال کے نزدیک عشق کے مضمون کی سرخی سوچ لے۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر امام علیمقام اس درد پر آشوب میں جب کہ باطل اپنی طاقت کے زعم میں حق کو ملیامیٹ کرنے پر تلا ہوا تھا آوازہ حق بلند نہ کرتے تو اسلام کے نقوش دھنڈ لا کر رہ جاتے ہیں، توحید کا سبق یکسر دل و دماغ سے محبو جاتا اور محمد رسول اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوتا حتیٰ کہ گلدستہ اذان سے اشہد ان لا اللہ الا اللہ کی صدائے بازگشت بھی سنائی نہ دیتی۔ اس میں شک نہیں کہ اگر امام حسین علیہ السلام اپنی اور اپنے عزیزوں اور یارو انصار کی قربانی را خدا میں نہ دیتے تو یقیناً یہی ہوتا جس کی نشاندہی شاعر نے کی ہے یہ تو حضرت امام حسین نے جہاں اپنی قربانی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے وعدے "وفدیناہ بذبح عظیم" کی گواہی دی ہے وہیں نبی اکرم ﷺ کے اس بلند بانک دعوے "حسین منی و انا من الحسین" کی صداقت کو "الم نشرح" کر دکھایا۔ "حسین منی و انا من الحسین" حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں حسین جس نسل کی یاد تھے وہ صدیوں سے قربانی و فدکاری کے ایک مسلسل تاریخ تیار کر رہی تھی یہ عام قاعدہ ہے کہ بچے جب اپنے بزرگوں کے حالات سنتے ہیں تو ان میں بچپن ہی سے ولولہ پیدا ہوتے ہیں کہ ہمیں بھی کوئی موقع ایسے کارنامے پیش کرنے کا مل جائے۔ اس لیئے عام فطرت کے تقاضوں اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے یہ کہنا بلکل درست ہے کہ امام حسین کے لیئے علاوه منصبی ذمہ داری کے خاندانی روایات اور بلند فطرت کا تقاضا یہی تھا کہ بچپن سے منتظر اور مشتاق رہیں کہ سچائی کی خدمت، غریبوں کی مدد، مظلوموں کی دستگیری اور ہمدردی کا کوئی موقع پیش آئے اور آپ بھی حق کی حمایت میں اپنے فریضے کو انجام دے کر اپنی خاندانی روایات کو زندہ اور برقرار رکھیں۔ حضرت امام حسین اسلام کی حفاظت اور اعلیٰ کلمہ حق کو حقیقت اور عدالت و فضیلت کو زندہ رکھنے اور نگہداشت کرنے میں ان تمام امتیازی وابستگیوں اور امکانی تعلقات سے جو کچھ کسی شخص کی انفرادی حیثیت سے محبت و دوستی کا باعث ہوتے ہیں صرف نظر فرمایا اور مقصد و حدف کے حصول کے لیئے مال و جان و فرزند اور زندگی کے تمام علاقے سے دست بردار ہو گئے اس وقت جبکہ قریب تھا پیغمبر علیقدار اسلام کی ۲۳ سالہ تمام رحمتیں، کوششیں اور کاوشیں اور مجاہدین راہ حق کی کوششیں اور جان فشانیاں بے کار اور پائیں اور اسلام حقیقی لوگوں کے درمیان سے یکسر غائب و نابود ہو جائے اور ایسے حالات میں جبکہ اسلام حکام جور کے ہاتھوں میں ایک کھلونے کے سوا کچھ نہیں رہ گیا تھا حضرت سید الشہداء نے قیام فرمایا اور مدینے سے رخصت ہوتے وقت فرمایا "جو شخص اس بات کے لیئے آمادہ و حاضر ہو کہ ہمارے اس مقدس مقصد کی راہ میں جو ہمارے پیش نظر ہے اپنا خون و دل نثار کرے اور اپنی زندگی اور شخصی تعلقات سے دست بردار ہو جائے وہی شخص ہمارے قافلے میں شامل ہو اور چلے" حضرت امام حسین نے دوران سفر

راستے میں اپنی راہ میعن فرمائی تھی اور فرمایا : میرے دوستو ! اور ساتھیو ! یہ تمہیں معلوم ہونی چاہیئے کہ زمانے کی بیت و حالت دگرگوں ہو چکی ہے برائیاظا ہر ہو گئی ہیں، نیکیاں و اچھائیاں، خوبیاں اور فضیلتیں بمارے ماحول سے رخت سفر باندھ چکیں اور رخصت ہو چکی ہیں اور مراد اسلام کے برخلاف حالات سامنے آگئے ہیں۔ انسانی فضائل میں سوائے ایک قلیل مقدار کے کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا ہے ٹھیک ایسے ہی جیسے پانی گراتے وقت معدود چند قطرے ظرف آب پر معلق رہ جاتے ہیں آج لوگ رسوائی و بے حیائی کے ماحول میں جس کے ساتھ ننگ و عار ذلت بھی شامل ہے زندگی گزار رہے ہیں آج حق و حقیقت پر عمل نہیں ہوتا اور باطل و ناجائز امور سے پریز اور روگردانی کا کوئی وجود نہیں ہے ایسے میں مناسب و سزاوار یہیں ہے کہ با ایمان و بافضلیت انسان فداکاری و جانبازی کا ثبوت ہے اور اپنے پروردگار سے ملاقات اور اس کے فیوض حاصل کرنے کے لئے سبقت و جلدی کرے۔ میں ایسے جبرو تشدد سے معمور ماحول میں اور ان خرابیوں سے بھرپور فضا میں موت کو فقط سعادت و خوش نصیبی سمجھتا ہوں اور ان جابریوں اور ستمنگروں کے ساتھ زندہ رہنے کو سوائے جانکاہ رنج و ملال کے اور کچھ نہیں جانتا۔ حضرت امام حسین رضائی خدا کی خاطر اپنی قربانیاں پیش کر کے رضائی الہی کی بلندیوں پر پہنچے کیونکہ توحید خدا کا کمال یہ ہے کہ موحد اپنے کو حق تعالیٰ پر قربان کر کے منزلوں سے گزرے اسی لیئے خدا وندعالم نے فرمایا "وفدیناہ بذبح عظیم"۔ علامہ اقبال اس سلسلہ میں فرماتے ہیں :

آن امام عاشقان پور بتول سرور آزادی زبستان رسول  
بہر آن شہزادہ خیر الملل دوش ختم المرسلین نعم الجمل

موسی و فرعون شبیر و یزید این د و قوت از حیات آمد پدید

زندہ حق از قوت شبیری است  
باطل آخر داغ حسرت میری است

بر زمین کربلا با رید و رفت لاله در ویرانہ ها کا رید و رفت  
تا قیامت قطع استبداد کرد موج خون او چمن ایجاد کرد  
سرّ ابراہیم و اسماعیل بود یعنی آن اجمال را تفصیل بود

حضرت مام حسین سرّ اسماعیل و ابراہیم تھے یعنی اس اجمال کی تفصیل تھے۔ مطلب یہ کہ حسین نے اپنے جدّ بزرگوار حضرت ابراہیم و اسماعیل کے پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اور "وفدیناہ بذبح عظیم" کی تشریح و توضیح اور تفسیر نہایت ہی جلی حروف میں خاک کربلا پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے اپنے خون سے تحریر کر دی جب ہم جناب ابراہیم و اسماعیل علیم السلام کے واقعے کو بہ نظر عمیق مطالعہ کرتے ہیں اور ادھر سرکار امام حسین کے جذبہ ایثار و قربانی کا ذکر سنتے ہیں یا پڑھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ میدان کربلا میں سید الشہداء نے اپنے جد اعلیٰ سیدنا ابراہیم کا کردار ادا کیا اور آپ کے فرزند سعید حضرت علی اکبرنے تأسی جناب اسماعیل میں سر تسلیم خم کیا۔ اس شعر میں علامہ علیہ الرحمہ کا اشارہ جناب اسماعیل و ابراہیم کے اس جرأۃ مندانہ اقدام کی طرف ہے جو انہوں نے عشق الہی میں مقام مناء پر ادا کیا۔ اس خواب کی جلی تعبیر جگر

گوشہ رسول فرزند علی و بتول نے قربانی جناب علی اکبر سے پیش کر دی :

صدق خلیل بھی ہے عشق      صبر حسین بھی ہے عشق  
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

اس شعر میں علامہ صاحب نے عشق کی بات کی ہے۔ عشق ایک مسلسل امتحان کا نام ہے نسل آدم سب سے پہلے حضرت آدم کا امتحان ہوا۔ قصہ طویل ہے۔ مختصر یہ کہ آدم کامیاب ہوئے دستار فضیلت کے مستحق اور خلعت خلافت کے سزاوار قرار پائے، حضرت نوح نے امتحان عشق طوفان بلاخیظ میں کشتی اتار کر پار کیا تو با مراد ہوئے۔ یونس نے شکم مابی میں امتحان عشق کی منازل طے کئیں۔ حضرت ذکریا نے بوقت امتحان عشق زیر آراہ مسکرا کر دیا۔ جناب ابراہیم خلیل اللہ نے یہ امتحان نار نمرود میں کوڈ کر پاس کر دیا۔ موسیٰ نے یہ امتحان کوہ طور پر جا کر، عیسیٰ مسیح نے سلیب پر چڑھ کر یہیں امتحان دیا۔ اور آخری نبی نے تو اپنی پوری زندگی اسی امتحان میں گزار دی۔ علیؑ مرتضیٰ نے تو مسجد کوفہ میں ابن ملجم کا خنجر لگنے اور ذوالقرنین بننے پر صاف کہہ دیا۔ "فَزْ تَ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ" رب کعبہ کی قسم میں اپنے مشن میں کامیاب رہا۔ امام حسن مجتبی نے یہ امتحان زیرiplاپل کو بصورت قند پی کر پاس کیا اور پنجتن پاک کی آخری فرد امام حسین نے یہ امتحان سر نوک سنان یوں دیا کہ نبیوں کو حیران کر دیا اور بالآخر علامہ اقبال علیہ الرحمہ کو کہنا پڑا کہ خلیل اللہ کے عشق اور خواجه بدرو حنین کے عشق کی طرح کا عشق صبر حسین نے پایا گیا۔ حضرت ابا عبد اللہ الحسین کی ذات مبارک بنی نوع انسان کے لیے ایک آئیڈیل ہے ایک مقصد ہے ایک طرز فکر ہے ایک مکتب جاویداں ہے حریت اور آزادی کے علمبردار ہے حضرت امام حسین کی قربانی ایسی تھی کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ خود بھی راہ خدا میں قربان ہو گئے اور اپنے خاندان کے لوگوں کو بھی قربانی میں چھے 6 ماہ کا بچہ بھی قربانی میں دے دیا۔ دیکھئے روز عاشور امام حسین کی حالت خود ایسی تھی کہ بغیر ذبح کے شہید ہو جاتے انیس سو (۱۹۰۰) زخم تلواروں کے نیزے کے تیروں کے مرنے کے واسطے کم نہ تھے فقط ایک تیر خولی کا جو قلب اقدس پر لگا اور پرناہ کی خون جاری ہوا ایسا جانکاہ تھا کہ وہی مر جانے کے لیے کافی تھا مگر خدا نے ذبح عظیم کہا تھا بغیر ذبح ہونے کے خدا کا قول کیونکر پورا ہوتا؟ اور ذبح کے کیونکر فدیہ قرار پائے؟ جب حضرت گھوڑے سے گرے شمر ملعون آگے بڑھا سینہ اقدس پر سوار ریش مبارک ہاتھ میں لی اور تلوار سے ذبح کر لیا۔ محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اس کی دسویں تاریخ کو قربانی ہے اور ذوالحج اسلامی سال کے آخری مہینہ ہے اس کی دسویں تاریخ کو بھی قربانی ہے ہم مسلمانوں کا سال شروع بھی قربانی سے ہوتا ہے اور ختم بھی قربانی پر آغاز بھی قربانی، انتہا بھی قربانی علامہ اقبال فرماتے ہیں :

غريب و ساده و رنگين ہے داستان حرم  
نهايت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعيل